جلوۂ حق

سبب تالیف

پچھلے دنوں حضور جانِ نور صلی اللہ علیہ وسلم کے علمِ غیب کے انکار پر مشتمل ماہنامہ آستانہ دہلی میں ایک نہایت دل آزار مضمون شائع ہوا تھا۔ جس کے جواب میں علامہ ارشد القادری صاحب نے قلم اُٹھایا اور اہلِ ایمان کا کلیجہ ٹھنڈا کر دیا۔ ورق اُلٹیے اور آپ بھی ایمان کے جلوؤں سے اپنی آنکھیں شاداب کیجیے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۰ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۰

سب سے پہلے اس حادثے پر میں اپنے دلی رنج وغم کا اظہار کرتا ہوں کہ آستانہ دہلی کو عام طور پر لوگ صوفیائے کرام کے مسلک کا ترجمان سمجھتے تھے۔ لیکن مئی ۱۹۹۴ء کے شمارہ میں ایک مضمون پڑھنے کے بعد جس کی سُرخی یہ ہے کہ "کیا حضور غیب داں تھے؟" ہر طرف یہ محسوس کیا جانے لگا ہے کہ آستانہ اب اس کیمپ کی نمائندگی کر رہا ہے جو انبیاء، اولیاء اور صوفیائے کرام کی بارگاہوں میں نہایت گستاخانہ ذہن رکھتا ہے۔ یہ الزام نہیں ہے بلکہ خود مضمون اس جارحانہ ذہنیت کی بھرپور عکاسی کرتا ہے۔

انصاف ودیانت کے ساتھ ایڈیٹر صاحبہ کے اس مضمون کا تنقیدی جائزہ لیا جائے تو یہ دعویٰ اظہر من الشمس ہو جائے گا کہ وہ حضور جانِ نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غیب داں نہیں سمجھتیں، اور ذہنی طور پر وہ دیوبندی مکتبِ فکر سے اس درجہ قریب ہو گئی ہیں کہ انکارِ علمِ غیب سے لے کر اندازِ استدلال تک، دیوبندی مذہب فکر کی ساری خصوصیات اُنھوں نے اپنا لی ہیں۔

میں اُنہیں یاد دلانا چاہتا ہوں کہ اختلافی مسائل کی فہرست میں صرف مسئلہ علمِ غیب ہی نہیں ہے جس پر انھوں نے بحث کا دروازہ کھولا ہے۔ بلکہ عرس، فاتحہ، چادر پوشی، میلاد وقیام وغیرہ، وہ سارے مسائل بھی ہیں جن کی حلت وحرمت اور جواز وعدم جواز میں اہلِ سنت اور منکرینِ علمِ غیب کے درمیان واضح اختلافات

ہیں۔ اور جس طرح اہلِ سنت کے پاس جواز کے دلائل ہیں اسی طرح منکرین بھی اس بات کے دعویدار ہیں کہ ان کے پاس بھی ان امور کے بدعت وناجائز ہونے پر دلائل موجود ہیں۔

ان حالات میں اب میں مضمون نگار صاحبہ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ جس جذبۂ تحقیق کے شوق میں اُنھوں نے علمِ غیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انکار میں بحث کا دروازہ کھولا ہے۔ کیا اسی فراخ دلی کے ساتھ وہ اس امر کی تحقیق کے لیے بھی بحث کا دروازہ کھولنا پسند کریں گی کہ امین الاُمت سراجِ معرفت حضرت شیخ کلیم اللہ جہان آبادی کی درگاہ شریف کے وہ سارے معمولات جو اُن کی سرپرستی میں سرانجام پاتے ہیں ازروئے کتاب وسنت جائز ہیں یا نہیں؟

میرا اپنا خیال ہے کہ شاید وہ اس کے لیے تیار نہ ہوں گی کیونکہ روایات ومعمولات کے جواز کے سلسلے میں مشکوک ذہن لے کر وہ ہرگز درگاہی مراسم کے فرائض انجام نہیں دے سکتیں۔

میں یقین کی پوری قوت کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ علمِ غیبِ رسول کے مسئلے میں مضمون نگار صاحبہ کا ذہن تضاد کا شکار ہو گیا ہے۔ ایک طرف مخالفین کے لٹریچر سے مرعوب ہو کر وہ علمِ غیبِ رسول کا انکار بھی کرتی ہیں اور دوسری طرف اسی شمارے میں اس مصرعہ کو نعت شریف کا عنوان بھی بناتی ہیں کہ:

"جب کوئی مُصیبت آتی ہے آقا کو خبر ہو جاتی ہے۔"

(آستانہ ص۴۷)

سوال یہ ہے کہ جب آقا کو علمِ غیب ہی نہیں ہے تو مُصیبت کی خبر انھیں کیونکر ہو جاتی ہے۔ اور اسی شمارے کے ص۶ پر بارگاہِ رسالت میں شاعرِ آستانہ کا یہ خراجِ عقیدت بھی پیش کرتی ہیں۔

آپ پر روشن شہہ والا ہیں حالاتِ جہاں!

اب یہ بات تو مضمون نگار صاحبہ ہی کے سوچنے کی ہے کہ جس رسول پر بعد وصال بھی سارے جہان کے حالات روشن ہیں وہ خود اپنی زندگی میں اپنی رفیقۂ حیات کے حالات سے کیونکر بے خبر تھا۔ جبکہ مضمون نگار صاحبہ نے اپنے اس مضمون میں نہایت شد و مد کے ساتھ اس بات کا دعویٰ کیا ہے کہ حضور کو اگر علم غیب ہوتا تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سلسلے میں حضور وحی کا انتظار کیوں کرتے۔

ان کے مضمون کا تنقیدی جائزہ تو میں بعد کو لوں گا فی الحال مجھے مضمون نگار صاحبہ سے صرف اتنا عرض کرنا ہے کہ وہ دیانت داری کے ساتھ فیصلہ کریں کہ وہ کس کیمپ میں رہنا چاہتی ہیں؟ اگر منکرین علم غیب کے کیمپ میں اُنھوں نے اپنے لیے جگہ پسند کر لی ہے تو شوق سے وہ وہاں جا سکتی ہیں۔ لیکن یہ نکتہ وہ ذہن نشین فرما لیں کہ عقیدے کی تبدیلی کا ان کی اپنی نجی زندگی پر تو کوئی اثر نہیں پڑ سکتا۔ لیکن کسی بھی مذہبی اور روحانی مشن کی سربراہی کے لیے ذہنی طور پر اس نظامِ فکر کے ساتھ ہم آہنگی ضروری ہے جس نظامِ فکر کی وہ مشن نمائندگی کرتا ہے۔ اس لیے مخالف کیمپ میں قدم رکھنے سے پہلے اصولی طور پر اُنہیں بہت سی چیزوں سے دست برداری کا اعلان کرنا ہوگا۔

مثال کے طور پر درگاہ شریف میں ہونے والے عرس کے مراسم و معمولات کی ادائیگی، مزارِ مبارک پر دعائے حاجت مندان اور آستانہ کے ٹائٹل پیج پر اولیاء اللہ کی تحریکات کا علمبردار، والا عنوان، ان میں سے کوئی چیز بھی ایسی نہیں ہے جس کا پیوند مخالف کیمپ کے ساتھ جوڑا جا سکتا ہو۔

مضمون نگار کی نظر میں زندگی کے اصولوں کی اگر کوئی قدر و قیمت ہے تو اُنہیں یہ سمجھانے کی ضرورت نہیں ہے کہ کوئی بھی معقول آدمی دو متضاد اصولوں

کے ساتھ نباہ نہیں کر سکتا۔ اسے بہرحال ایک طرف ہونا ہوگا۔ اِدھر یا اُدھر!۔ صوفیائے کرام کے مشرب میں قطعاً اس کی گنجائش نہیں ہے کہ

"شیخ بھی خوش رہے شیطان بھی ناراض نہ ہو"

اور اگر مادی مفادات کے پیشِ نظر مضمون نگار صاحبہ ان میں سے کسی چیز سے بھی دست بردار ہونے کے لیے تیار نہیں ہیں تو انھیں سب سے پہلے صوفیائے کرام کے اُس مسلک کے ساتھ اپنی غیر مشروط وفاداری کا اعلان کرنا ہوگا جس کا ترجمان بننے کی وہ دعوے دار ہیں۔ اور اس کے نتیجے میں اب ان کے لیے ضروری ہوگا کہ کسی بھی مسئلے میں اپنے طور پر کوئی رائے قائم کر لینے کے بجائے وہ اکابرِ اُمت، سلف صالحین اور ائمہ صوفیاء کی طرف رجوع فرمائیں۔ کیونکہ عقیدے کا کوئی مسئلہ بھی ایسا نہیں ہے جسے ہمارے بزرگوں نے کتاب و سنت اور قیاس و اجماع کی روشنی میں واضح اور منقح نہ کر دیا ہو۔ باقی رہے وہ لوگ جو ہمارے معاشرے میں ایک خودرو پودے کی طرح برآمد ہو گئے ہیں اور ہمارے مستند ماضی سے کٹ کر اپنا ایک الگ تھلگ وجود رکھتے ہیں۔ اُنہیں نہ بزرگانِ دین کی اصابت رائے پر اعتماد ہے اور نہ اُن کے دلوں میں صوفیائے کرام کی روایات کے احترام کا کوئی جذبہ ہے۔ وہ لوگ آزادیٔ رائے اور ملحدانہ فکر کی پیداوار ہیں ہر مسئلے میں تشکیک و شبہات کا ذہنی ماحول پیدا کر کے سادہ لوح عوام کو گمراہ کرنا ان کا بنیادی مشغلہ ہے۔

مضمون نگار صاحبہ اس شکوہ پر آزردہ نہ ہوں تو عرض کروں گا کہ انہیں علمِ غیب رسول کے بارے میں اگر کوئی شبہ تھا تو انکار میں رائے قائم کر لینے کے بجائے اُنہیں چاہیے تھا کہ وہ ایک نیازمند سائل کی طرح علمائے حق کی طرف رجوع کر کے اپنے تشکیک و شبہات کا ازالہ کر لیتیں۔ میں اُنہیں اتنا بے خبر نہیں جانتا

کہ وہ مسلمانوں کے مختلف مکاتبِ فکر، ان کے تشخصات اور اختلافات کے پس منظر سے واقف نہیں ہیں اور وہ اتنا نہیں سمجھ سکتیں کہ مسلک کے اعتبار سے کون ان کا اپنا ہے اور کون بیگانہ؟ لیکن نہ جانے کس جذبے کی تحریک پر اچانک اس مسئلے میں اُنھوں نے ایک فریقِ مخالف کا رویہ اختیار کر لیا۔ اور حدیث کا اُردو ترجمہ سامنے رکھ کر مضحکہ خیز قسم کی قیاس آرائیوں پر اُتر آئیں۔

قارئین کرام اُن کی بے بنیاد قیاس آرائی کا ایک ایمان سوز نمونہ ملاحظہ فرمائیں۔ تحریر فرماتی ہیں:

"جب امہات المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر الزام لگایا گیا تھا اور ہمارے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل ایک ماہ تک حضرت عائشہ سے ناراض رہے تھے۔ اگر آپ عالم الغیب ہوتے تو پھر اُنہیں حضرت عائشہ کی پاکیزگی پر شک کیوں ہوا۔" (آستانہ ص۲۳)

کن لفظوں میں اس دل آزار تحریر کے خلاف میں اپنے کرب کا اظہار کروں کہ مضمون نگار صاحبہ نے علمِ غیب کے انکار میں دلیل پیش کرنے کے بجائے بہتان تراشی کا مذموم الزام اپنے سر لے لیا ہے ایک نہیں دو، دو۔ اور وہ بھی اپنے واجب الاحترام نبی کی ذات پر جس کا وہ کلمہ پڑھتی ہیں۔

پہلا بہتان تو انھوں نے یہ تراشا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل ایک ماہ تک حضرت عائشہ سے ناراض رہے تھے اور دوسرا بہتان یہ لگایا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معاذ اللہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پاکیزگی پر شک تھا۔

ایک طرف مضمون نگار صاحبہ کا مبلغ علم ملاحظہ فرمایئے کہ اُنہیں عربی زبان

کی اتنی بھی واقفیت نہیں ہے کہ وہ واحد اور جمع کا فرق سمجھ سکیں، اُمہات، اُم، کی جمع ہے۔ جس کا اطلاق ایک عورت پر نہیں ہو سکتا۔ لیکن اس لاعلمی کے نتیجے میں اُنھوں نے بجائے اُم المومنین کے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو "اُمہات المومنین" لکھ دیا ہے۔ اور دوسری طرف گستاخانہ ذہن کی یہ جسارت ہے کہ اُنھوں نے قیاس فاسد کے ذریعہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایسی اہانت آمیز باتیں منسوب کر دی ہیں جن کی کسی حدیث میں بھی صراحت نہیں ملتی اور جن کے متعلق سوا اس کے اور کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ صرف ان کے غلط اندیش ذہن کی پیداوار ہے۔

ان کی افترا پردازی کے ثبوت کے لیے الگ سے مجھے کچھ پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ موصوفہ نے اپنے دعوے کے ثبوت میں ایک طویل حدیث کا اُردو ترجمہ بھی اپنے مضمون میں نقل کیا ہے۔ اگرچہ اُنھوں نے کوئی حوالہ نہیں دیا ہے کہ کس کتاب سے اُنھوں نے یہ حدیث نقل فرمائی ہے۔ پھر بھی انہی کی پیش کردہ حدیث میں جگہ جگہ اس امر کی صراحت موجود ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نہ اپنی رفیقۂ حیات سے ناراض تھے اور نہ ان کی پاکیزگی پر اُنہیں کسی طرح کا شک تھا۔

جیسا کہ اس حدیث میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ بیان نقل کیا گیا ہے کہ اُن ایّام میں ایک ماہ تک میں بیمار رہی۔ علالت کے دوران حضور پاک میرے پاس تشریف لاتے۔ مجھے سلام فرماتے اور میرے قریب بیٹھ کر مجھ سے خیریت دریافت فرماتے۔ اور دوسری جگہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یہ روایت بھی بایں الفاظ نقل کی گئی ہے کہ اُنہی ایام میں ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف لے گئے اور قوم کو ان الفاظ میں خطاب فرمایا:

"اُس شخص کی طرف سے مجھے کون معذور سمجھے گا یا میری مدد کرے گا

جس نے میری بیوی پر بہتان تراشی کر کے مجھے تکلیف دی ہے۔
خدا کی قسم میں نے اپنی اہل میں کسی قسم کی برائی نہیں دیکھی ہے۔

(آستانہ ص۲۵)

قارئین کرام انصاف فرمائیں کہ جب قسم کھا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اعلان فرما رہے ہیں کہ میں نے اپنی اہل میں کسی قسم کی کوئی برائی نہیں دیکھی ہے تو اب کسی طرح کی ناراضگی یا بدگمانی کا سوال ہی کہاں پیدا ہوتا ہے۔

اور بخاری شریف میں حدیث شریف کے اس ٹکڑے کا عربی متن یہ ہے:

وَاللّٰہِ مَا عَلِمْتُ فِیْ اَہْلِیْ اِلَّا خَیْرًا۔

"قسم خدا کی مجھے اپنے اہل کے بارے میں خیر اور بہتری ہی کا علم ہے۔"

غور فرمائیے! مجمع عام میں ایک صادق الامین پیغمبر کے اس اعلان خیر و اعتماد کے بعد بھی مضمون نگار صاحبہ کو اصرار ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ناراض تھے اور انہیں ان کی پاکیزگی پر شک تھا۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

اب رہ گیا یہ سوال کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اگر معلوم تھا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا الزام سے بری ہیں تو انھوں نے اپنے علم کی بنیاد پر باضابطہ ان کی برأت کا اعلان کیوں نہیں کر دیا۔

اس سوال کا پہلا جواب تو یہ ہے کہ معاملہ اپنے گھر کا تھا۔ اور ظاہر ہے کہ اپنے علم کی بنیاد پر حضور اس مقدمہ کا فیصلہ حضرت عائشہ کی موافقت ہی میں کرتے۔ اس صورت میں کوئی بھی کینہ پرور منافق زبان طعن دراز کر سکتا تھا کہ فیصلے میں جانب داری سے کام لیا گیا ہے اور مجرم کی پردہ پوشی کی گئی ہے۔

اور خاص کر ایسے ماحول میں جب کہ دشمن کا بہت بڑا گروہ رات دن ریشہ دوانیوں میں مصروف ہو اور منافرت پھیلانے والی افواہوں اور شر انگیز پروپیگنڈوں کا طوفان اس زور و شور سے اُٹھایا گیا ہو کہ قریب کے لوگ بھی متاثر نظر آ رہے ہوں ان حالات میں حالات کا تقاضا یہی ہے کہ خود فیصلہ کرنے کے بجائے کسی ایسی ذات سے اس مقدمہ کا فیصلہ کرایا جائے جس کے بارے میں جانب داری یا پردہ پوشی کا شبہ بھی نہ کیا جا سکے۔

اس وقت مدینہ کا ماحول بالکل اسی طرح کا ہو گیا تھا۔ راس المنافقین عبداللہ ابن اُبی کی سرکردگی میں سارے منافقین کھل کر سامنے آ گئے تھے اور طرح طرح کی افواہوں کے ذریعہ اس فتنہ کو اس طرح ہوا دے رہے تھے کہ متعدد صحابۂ کرام تک غلط فہمی کا شکار ہو گئے۔

ان حالات میں احتیاط کا تقاضا یہی تھا کہ حضور خود اعلان برأت نہ فرمائیں اور وحی الٰہی کا انتظار کریں۔ بالآخر ایک ماہ کے طویل انتظار کے بعد حضرت عائشہ کی برأت میں وحی نازل ہوئی اہلِ ایمان بھی مطمئن ہو گئے اور منافقین کی زبانیں بھی ہمیشہ کے لیے مقفل ہو گئیں۔

اور دوسرا جواب یہ ہے کہ کچھ بعید نہیں کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے محسوس فرمایا ہو کہ خود میں اپنے الفاظ میں اگر برأت کا اعلان کرتا ہوں تو اس کی حیثیت حدیث کی ہو گی۔ جو لوگ خود اپنے کانوں سے میرے الفاظ سن لیں گے انہیں تو قطعی اطمینان ہو جائے گا۔ لیکن یہی حدیث جب روایتوں کے ذریعے آگے بڑھے گی اور آنے والی نسلوں تک پہنچے گی تو کوئی بھی اپنے وقت کا منافق حدیث کی صحت کو مجروح کرنے کے لیے کہہ سکے گا کہ یہ حدیث ضعیف ہے یا حدیث کا فلاں

راوی ساقط الاعتبار ہے یا اپنے سلسلۂ سند کے اعتبار سے یہ حدیث قابلِ اعتماد نہیں ہے۔

لیکن برأت کا اعلان اگر خدا کی طرف سے ہوجائے تو اُسے قرآن کہا جائے گا اور قیامت تک کسی بڑے سے بڑے منافق اور بدخواہ کو بھی اس کی جرأت نہ ہوگی کہ قرآن کی صحت کے بارے میں شک اور شبہے کی بات نکال سکے۔

یہی وہ عظیم مصلحت تھی جس کے پیشِ نظر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے خود برأت کا اعلان نہیں فرمایا اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی زندگی بھر کی پرسوز رفاقت کو یہ قابلِ رشک صلہ عطا فرمایا کہ وہ قیامت تک کے لیے آیاتِ قرآنی کا عنوان بن گئیں۔ جب تک "قاری" کے سینے سے تلاوتِ قرآنی کے نغمے اُبلتے رہیں گے حضرت عائشہ کے تذکرۂ جمیل کی خوشبو سے دنیا معطر ہوتی رہے گی۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو نورِ نبوت کی غیبی قوتِ ادراک کے ذریعے اس امر کا یقین تھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی برأت میں ضرور قرآن کی کوئی آیت نازل ہوگی۔ اس لیے کہ جس خدائے کریم وقدیر نے صرف اپنے محبوب کی خواہش پر تحویلِ قبلہ کی آیت اُتاری تھی، اس کی شانِ کریمانہ سے یہی متوقع تھا کہ ناموسِ رسول کے تحفظ اور محبوب کے پاسِ خاطر کے لیے ضرور اس کی رحمت جوش میں آئے گی چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

اور مخالفین کا دوسرا سوال یہ ہے کہ اگر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے نورِ نبوت سے اس بات کا علم ہوگیا تھا کہ واقعہ غلط ہے اور منافقین نے صرف اپنے دلوں کے غیظ کی تسکین کے لیے بہتان باندھا ہے تاکہ اخلاص پیشہ مسلمانوں کے خیالات پراگندہ ہوں اور جاں نثاروں کی صفوں میں انتشار پیدا ہوجائے تو حضور

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مہینے تک پریشان کیوں تھے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ پہلی جیسی شیفتگی باقی کیوں نہیں رہ گئی تھی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ صرف تکلیف اور پریشانی کی بنیاد پر یہ نتیجہ نکالنا امر غلط ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا علم نہیں تھا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا الزام سے بری ہیں اور معاذاللہ حضور کو ان کی پاکیزگی پر شک تھا۔

دوسرے کی آپ بیتی آپ سمجھ نہیں سکتے تو اپنی ہی زندگی کا کوئی ایسا موقع تلاش کیجئے۔ جب آپ کے دُشمنوں نے آپ پر نہایت ذلیل اور شرمناک قسم کا کوئی بہتان لگایا ہو اور طرح طرح سے اس کا پروپیگنڈہ کرکے سوسائٹی میں آپ کو رسوا کرنا چاہتے ہوں ایسی صورتِ حال میں ایمان سے بتایئے کہ یہ جاننے کے باوجود کہ آپ پاک دامن اور بے قصور ہیں کیا آپ کو پریشانی لاحق نہیں ہوگی۔ کیا ایک باعزت آدمی اس طرح کے حالات میں صرف اس لیے مسرور اور مطمئن نظر آئے گا کہ وہ اپنے بارے میں اچھی طرح جانتا ہے کہ اس کے خلاف جو الزام لگایا گیا ہے وہ بالکل بے بنیاد جھوٹا اور غلط ہے۔

فطرتِ انسانی کے تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے اگر آپ کا جواب یہ ہے اور یہی ہونا بھی چاہیئے کہ اس طرح کے حالات میں ایک شریف آدمی کی پریشانی عین فطرت کے مطابق ہے تو اسی کے ساتھ ساتھ یہ سچائی بھی تسلیم کرنی پڑے گی کہ پریشانی کی وجہ شرانگیز پروپیگنڈہ ہے، لاعلمی نہیں ہے۔

انہی اندوہناک اور پریشان کن حالات کا یہ اثر تھا کہ ان ایام میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اکثر متفکر اور اُداس رہا کرتے تھے۔ طبعی حالات کے تحت جہاں زندگی کے اور معمولات میں تبدیلیاں ہوئیں وہاں ازدواجی زندگی کی خوش گوار فضا پر

بھی اُداسیوں کے بادل چھا گئے۔ اس لیے کہنے دیجئے کہ رنج و غم کی اس طبعی کیفیت سے یہ نتیجہ نکالنا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُن دنوں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ناراض تھے انتہا درجہ کی بددیانتی اور غلط فہمی ہے۔

اب اپنے جوابات کی تائید میں مرجع المفسرین حضرت امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ والرضوان کا ایک قول نقل کرتا ہوں "تاکہ کوئی یہ الزام نہ رکھ سکے کہ جو کچھ میں نے عرض کیا ہے وہ صرف ایجاد بندہ ہے۔ اس واقعہ کے ذیل میں موصوف ارشاد فرماتے ہیں

لو عرف ذٰلك لما ضاق قلبه ولما سال عائشة كيفية الواقعة قلنا الجواب عن الاول الكفر ليس من المنفرات اما كونها فاجرة فمن المنفرات۔

والجواب عن الثانى انه عليه السّلام كثيرا ما كان يضيق قلبه من اقوال الكفار مع علم الفساد بتلك الاقوال قال الله تعالى ولقد نعلم انك يضيق صدرك بما يقولون ۝

فكان هٰذا من هٰذا الباب (تفسیر کبیر ج ۶ ص ۳۴۵)

(مفہوم اُردو زبان میں)

(یہ شبہ وارد کیا جا سکتا ہے کہ) اگر حضور کو حقیقت واقعہ کا علم ہوتا تو کبھی اُنہیں دل کی پریشانی لاحق نہیں ہوتی اور حضرت عائشہ سے وہ واقعہ کی تفصیل دریافت نہ کرتے۔

پہلے شبہ کا جواب تو یہ ہے کہ منافقین کا حملہ چونکہ ناموس پر تھا اس لیے حضور کو پریشانی لاحق ہونا ایک طبعی امر تھا۔ کیونکہ نبی کی بیوی کی طرف فجور کی نسبت کفر کی نسبت سے بھی زیادہ سخت ہے۔

یہی وجہ ہے کہ کسی عورت کا کافر ہونا اخلاقی طور پر نفرت کا باعث نہیں ہوتا۔ لیکن عورت کی بدچلنی معاشرے میں نہایت نفرت کی چیز سمجھی جاتی ہے۔

اور رہ گیا یہ سوال کہ واقعہ کی حقیقت سے باخبر ہوتے ہوئے بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیوں پریشان تھے۔ تو تاریخ نبوت میں دشمنوں کی طرف سے ایذا رسانی کا یہ کوئی پہلا واقعہ نہیں تھا۔ آئے دن کفار کے طعنوں اور بدگوئیوں سے حضور اکثر دل گرفتہ رہا کرتے تھے۔ حالانکہ حضور اچھی طرح جانتے تھے کہ کفار جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ بالکل غلط اور بے بنیاد ہے۔

جیسا کہ قرآن کریم میں حضور کی اس طبعی کیفیت کا اظہار ان لفظوں میں کیا گیا ہے:

وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ ۔

"اور ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ کفار کی باتوں پر آپ دل گرفتہ رہا کرتے ہیں"۔

پس جس طرح کفار کے طعنوں کا غلط اور بے بنیاد ہونا جانتے کے باوجود بھی حضور کو پریشانی لاحق ہوتی تھی۔ اسی طرح حضرت اُمّ المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں بھی یہ جاننے کے باوجود کہ وہ الزام سے بَری ہیں منافقین کی بدزبانیوں سے حضور دل گرفتہ تھے۔

یہاں پہنچ کر تنقیدی جائزے کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ پچھلے اوراق میں یہ بات مدلل طور پر ثابت کر دی گئی ہے کہ علم غیب کے انکار میں مضمون نگار کا استدلال خود ان کے اپنے ذہن کی پیداوار ہے۔ حدیث کے مضمون سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

چونکہ مسئلہ علم غیب رسول مسلمانوں کے بنیادی عقیدے سے تعلق رکھتا ہے۔ اس لیے اس مسئلے پر اب مثبت انداز میں ایک علمی بحث کا آغاز کر رہا ہوں، تاکہ قارئین پر یہ حقیقت بھی اچھی طرح واضح ہو جائے کہ رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے

بارے میں علمِ غیب کا عقیدہ اختراعی نہیں ہے بلکہ کتاب وسنّت اور اجماعِ اُمّت سے ثابت ہے۔

قبل اس کے کہ اصل بحث کا آغاز کیا جائے۔ بطور تمہید چند مقدمات ذہن نشین فرمالیں تاکہ اس مسئلے کی پوری تفصیلات سے آپ واقف ہوسکیں۔

(۱) سب سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عقیدۂ علمِ غیب کے وہ حدود کیا ہیں جو خدا کے علم کو رسول کے علم سے ممتاز کرتے ہیں اور منکرین کی طرف سے مساوات کی بنیاد پر شرک کا جو الزام عائد کیا جاتا ہے اس کی کھلی ہوئی تردید ہوجاتی ہے۔

حضور کے علمِ پاک کے سلسلے میں ہمارا عقیدہ تین قیود کے ساتھ مقید ہے۔

(الف) پہلی قید تو یہ ہے کہ حضور پاک کا علم دو حدوں کے درمیان محدود ہے۔ جبکہ خدا کا علم لامحدود ہے نہ اس کی کوئی ابتدا ہے نہ انتہا۔

اسی عقیدے کے ذیل میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی صراحت کے مطابق ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تخلیقِ آدم سے لے کر دخولِ جنّت و نار تک کا علم مانتے ہیں۔

(ب) دوسری قید یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم حادث ہے۔ خدا کے علم کی طرح قدیم نہیں ہے۔ حادث کا مطلب یہ ہے کہ وہ کبھی نہیں تھا اور کبھی نہیں بھی رہے گا۔ یعنی خدائے تعالیٰ کے علم کی طرح حضور کا علم ازلی اور ابدی نہیں ہے۔

(ج) تیسری قید یہ ہے کہ حضور کا علم عطائی ہے۔ یعنی اپنی ذات سے نہیں ہے۔ خدا کی عطا سے ہے۔ جبکہ خدا کا علم ذاتی ہے یعنی خود اپنی ذات سے ہے کسی کا عطا کردہ نہیں ہے۔

(۲) علمِ غیب رسول کے سلسلے میں یہ بنیادی اصول مان لینے کے بعد یہ مان لینا

بھی ضروری ہے کہ جو شخص بھی حضور کے لیے ایک ذرّے کا علم بھی ذاتی مانتا ہے یا حضور کے علم کو خدا کے علم کی طرح لامحدود اور غیر متناہی قرار دیتا ہے یا خدا کے علم کی طرح حضور کے علم کو بھی قدیم یعنی ازلی اور ابدی مانتا ہے وہ بالفاظ دیگر خدا کی صفتِ خاص میں رسول کو شریک ٹھہراتا ہے۔ اس لیے ایسا شخص قطعاً مشرک کافر اور خارج اسلام ہے۔

اسی طرح وہ لوگ بھی سخت جہالت والحاد کا شکار ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ حضور کے لیے محدود، حادث اور عطائی علم ماننے کی صورت میں بھی شرک کا الزام عائد ہوتا ہے۔ یہ لوگ یا تو شرک کا مفہوم نہیں جانتے یا ان کے دلوں پر کفر ونفاق کی مہر لگ گئی ہے۔

(۳) منکرین علمِ غیب کی ایک کھلی ہوئی گمراہی یہ بھی ہے کہ وہ ہمیشہ غلط قیاس آرائیوں سے کام لیتے ہیں۔

مثال کے طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی مصلحت کے پیش نظر اگر کسی سوال کا جواب نہیں دیا یا کسی حکمت کے تقاضے پر جواب میں تاخیر ہوئی یا کسی سے کوئی بات دریافت کرلی تو جھٹ یہ لوگ حکم لگادیتے ہیں کہ حضور کو معلوم ہوتا تو حضور جواب کیوں نہیں دیتے۔ حضور جانتے ہوتے تو جواب میں تاخیر کیوں فرماتے۔ اگر حالات سے باخبر ہوتے تو دوسرے سے دریافت کیوں کرتے۔

واضح رہے کہ یہ ساری قیاس آرائیاں جذبۂ تنقیص کے نتیجے میں خود ان کے اپنے ذہن کی پیداوار ہوتی ہیں۔ حدیثوں کے الفاظ میں اس طرح کی غلط اندیشی کے لیے کوئی اشارہ نہیں ملتا۔

اس طرح کی قیاس آرائیوں کا فساد سمجھنے کے لیے کہیں دور جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ قرآن میں بیان کیا ہوا یہ قصہ سب کو معلوم ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور پر خدا سے ہمکلام تھے تو خدائے پاک نے ان سے دریافت فرمایا "وَمَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ يٰمُوسٰى" اے موسیٰ آپ کے داہنے ہاتھ میں کیا ہے۔

جواب دیا " ھِیَ عَصَایَ " یہ میری لاٹھی ہے۔

دریافت کرنے کی بنیاد پر کیا کوئی بدبخت یہ کہہ سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ کو حضرت موسیٰ کے ہاتھ کی لاٹھی نظر نہیں آرہی تھی ورنہ ان سے کیوں دریافت فرماتا۔

اسی طرح قرآن میں یہ قصہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جب خدا کے حکم کے باوجود ابلیس نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہیں کیا تو خدائے پاک نے اس سے دریافت فرمایا۔

مَا مَنَعَكَ اَنْ لَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ

"میرے حکم کے بعد تجھے سجدہ کرنے سے کس چیز نے روکا۔"

غور فرمایئے! کیا یہاں بھی کوئی بیگانۂ ہوش قیاس کی یہ تک بندی لڑا سکتا ہے کہ اگر خدا کو اس کے دل کی بات معلوم ہوتی تو اس سے وجہ کیوں دریافت فرماتا؟

اسی طرح بہت سی حدیثوں میں یہ مضمون بیان کیا گیا ہے کہ ملائکہ سیاحین جب زمین کا گشت کرکے عرشِ اعظم کی طرف واپس جاتے ہیں تو خدائے پاک ان سے دریافت فرماتا ہے کہ میرے بندوں کو تم نے کس حال میں پایا۔

کیا اس مقام پر بھی کوئی بدسرشت اپنی اس شقاوتِ فکر کا مظاہرہ کر سکتا ہے کہ خدا اگر اپنے بندوں کے احوال سے واقف ہوتا تو فرشتوں سے کیوں دریافت کرتا؟

ان سارے واقعات سے صرف یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ کسی بات کا پوچھنا لاعلمی کی دلیل نہیں ہے۔ جانتے ہوئے بھی کسی مصلحت کے پیشِ نظر سوال کیا جا سکتا ہے یا جواب دینے سے احتراز کیا جا سکتا ہے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ دوسرا شخص بھی ان مصلحتوں سے واقف ہو۔

دور کیوں جایئے خود ہماری نجی زندگی میں بھی اس طرح کے بیشمار مواقع پیش آتے ہیں کہ مصلحتوں کی وجہ سے ہم کسی چیز کو جانتے ہوئے بھی دریافت کرتے ہیں یا جواب

دینے سے گریز کرتے ہیں۔

اس بحث کو اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ منکرینِ علمِ غیب کا یہ سب سے بڑا ہتھیار ہے۔

(۴) اس مقام پر ایک اصولی بحث اور بھی سمجھنے کی ہے اور وہ یہ ہے کہ قرآنِ عظیم میں عقیدۂ علمِ غیب پر ہمیں دو طرح کی آیات ملتی ہیں۔

چند آیتیں ایسی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کا علم ہے اور کچھ آیتیں ایسی ہیں جن کے مضمون سے بظاہر ہوتا ہے کہ غیب کا علم خدا کے سوا کسی کو نہیں ہے۔

ان دونوں طرح کی آیتوں پر نظر ڈالنے کے بعد جو سب سے اہم سوال سامنے آتا ہے کہ کیا ہم صرف ثبوت والی آیتوں پر ایمان لائیں اور انکار والی آیتوں کا انکار کر دیں یا پھر انکار والی آیتوں کو تسلیم کریں اور ثبوت والی آیتوں کو نظر انداز کر دیں۔

اگر ایسا نہیں ہو سکتا اور ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا تو پھر ایسی حالت میں جبکہ ایک آیت کا مضمون دوسری آیت کے مضمون سے ٹکرا رہا ہے آخر اس کا حل کیا ہوگا؟

میں اپنے قارئین کرام سے عرض کروں گا کہ پہلے آپ دونوں طرح کی آیتیں ملاحظہ فرمائیں۔ اس کے بعد ہم آپ کو حل کی طرف لے چلیں گے۔

(ثبوت والی آیتیں)

عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ۔

عالم الغیب خدا، اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا۔ لیکن جسے چن لیتا ہے اپنے رسولوں میں سے۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ۔

اللہ کی یہ شان نہیں ہے کہ تم میں سے ہر ایک کو اپنے غیب پر مطلع کر دے لیکن اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے اسے غیب کا علم عطا فرماتا ہے۔

تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ ۔

یہ غیب کی خبریں ہیں جنھیں اے رسول ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں (یعنی بذریعہ وحی ہم غیب کی خبروں سے آپ کو مطلع کر رہے ہیں)۔

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ ۝

اور وہ (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) غیب کی بات بتانے پر بخیل نہیں ہیں۔

خداوند قدوس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے اعلان کرایا کہ،

وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِيْ بُيُوْتِكُمْ ۔

اور میں تمہیں خبر دیتا ہوں کہ تم کیا کھاتے ہو اور اپنے گھروں میں کیا جمع کرتے ہو۔

نوٹ: کون کیا کھاتا ہے اور اپنے گھر میں کیا جمع کرتا ہے، یہ بھی غیب ہی کی خبر ہے۔ خدا نے غیب کا یہ علم اپنے رسول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عطا فرمایا ہے۔

غور فرمایئے! ان تمام آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے علم غیب کی نسبت اپنے رسول کی طرف نہایت صراحت کے ساتھ فرمائی ہے اور اچھی طرح واضح فرما دیا ہے کہ خدا کی عطا سے غیب کا علم رسول کو بھی ہے۔

اب وہ آیتیں ملاحظہ فرمایئے جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ غیب کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں ہے۔

(انکار والی آیتیں)

قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ

اے رسول! آپ کہہ دیجئے کہ زمین و آسمان میں اللہ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا۔

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ۔

اور اللہ ہی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں۔ جنہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ۭوَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۚۖ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْۗءُ ۚ

اے نبی آپ کہہ دیجئے کہ میں اپنی جان کے نفع و نقصان کا اتنے ہی بھر مالک ہوں جتنا خدا نے مجھے اختیار دیا ہے۔ اگر مجھے غیب کا علم ہوتا تو میں بہت سی بھلائیاں جمع کر لیتا اور مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔

ملاحظہ فرمایئے! ان آیات میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں واضح طور پر علم غیب کی نفی کی گئی ہے اور پوری صراحت کے ساتھ اس امر کا اعلان کیا گیا ہے کہ زمین و آسمان میں اللہ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا۔

یہی وہ منزل ہے جہاں منکرین علم غیب نے ٹھوکر کھائی ہے اور دونوں طرح کی آیتوں کے درمیان کوئی نقطۂ تطبیق تلاش کرنے کے بجائے انھوں نے ثبوت والی آیتوں کو نظر انداز کر دیا ہے اور صرف انکار والی آیتوں پر ایمان لے آتے ہیں لیکن ہم ایسا ہرگز نہیں کر سکتے۔ کیوں کہ ہمارا ایمان پورے قرآن پر ہے۔ ہماری نظر میں اس کا حل صرف یہ ہے کہ جن لوگوں نے قرآن کو خود صاحب قرآن سے سمجھا ہے ان کی طرف اخلاص کے ساتھ اگر رجوع کیا جائے تو دونوں طرح کی آیتوں کے درمیان کوئی نقطۂ اتفاق ضرور مل جائے گا۔ جس کے نتیجے میں دونوں طرح کی آیتوں پر ایمان لانے میں مضمون کا کوئی ٹکراؤ باقی نہیں رہے گا۔

اکابرِ امت اور ائمۂ تفسیر نے دونوں طرح کی آیتوں کے درمیان مطابقت کا جو مفہوم روایات کی روشنی میں دریافت کیا ہے۔ اس کی تفصیلات ذیل میں ملاحظہ فرمایئے

(۱) مشہور محدث حضرت امام نووی اپنے فتاویٰ میں تحریر فرماتے ہیں:

ما معنی قول اللہ تعالٰی لایعلم من فی السمٰوٰت والارض الغیب الا اللہ واشباہ ذٰلک مع انہ قد علم ما فی غد فی معجزات النبی صلوات اللہ وسلامہ علیہ و فی کرامات الاولیاء رضی اللہ عنہم الجواب معناہ لایعلم ذٰلک استقلالا الا اللہ واما المعجزات والکرامات فحصلت باعلام اللہ لا استقلالا

اس آیت کریمہ کہ زمین و آسمان میں اللہ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا اور اسی طرح کی دوسری آیتوں کا مطلب کیا ہے۔ حالانکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات اور اولیاء کی کرامات کے ابواب میں ہم بہت سی غیب کی خبریں پڑھتے ہیں۔

اس آیت کریمہ کے معنیٰ یہ ہیں کہ اللہ کے سوا ذاتی طور پر کوئی غیب نہیں جانتا اور معجزات و کرامات کے ابواب میں جو ہم غیب کی خبریں پڑھتے ہیں تو وہ اللہ کی عطا سے ہے ذاتی نہیں ہے۔

(۲) حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں علم غیب کی نفی والی آیات کا جواب دیتے ہوئے امام خفاجی کتاب الشفاء کی شرح میں ارشاد فرماتے ہیں:

وھذا لاینافی الآیات الدالۃ علی انہ لا یعلم الغیب الا اللہ فان المنفی عنہ من غیر واسطۃ واما اطلاعہ باعلام اللہ فانہ امر متحقق بقولہ تعالٰی فلا یظہر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول۔

(حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی غیب دانی سے متعلق جو روایات کتاب الشفاء میں نقل کی گئی ہیں) وہ اُن آیتوں کے منافی نہیں ہیں جو اس مضمون پر دلالت کرتی ہیں کہ اللہ کے سوا غیب کی بات کوئی نہیں جانتا۔ کیونکہ جن آیتوں میں علم غیب کی نفی کی گئی ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ خدا کی عطا کے بغیر کوئی نہیں جانتا۔ اور جن حدیثوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غیب دانی کے واقعات بیان کیے گئے ہیں وہ اللہ کی عطا سے ہے۔ اور یہ امر متحقق ہے کیونکہ اللہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ وہ اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا لیکن جسے چن لیتا ہے اپنے رسولوں میں سے۔

(۳) علامہ قسطلانی شرح مواہب اللدنیہ میں اس مسئلے کی وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

ولا ینافی الآیات الدالۃ علی انہ لایعلم الغیب الا اللہ ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر لان المنفی عنہ من غیر واسطۃ۔

(حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غیب دانی سے متعلق احادیث میں بیان کردہ واقعات) ان آیات قرآنی کے منافی نہیں ہیں جن میں بیان کیا گیا کہ اللہ کے سوا کوئی غیب کی بات نہیں جانتا۔ اور (اے نبی آپ کہہ دیجئے) اگر میں غیب جانتا تو بہت سی بھلائیاں جمع کر لیتا۔ کیونکہ ان آیتوں میں ذاتی علم غیب کی نفی کی گئی ہے۔ جبکہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا علم غیب عطائی ہے۔

(۴) علامہ خازن اپنی تفسیر لباب التاویل میں ارشاد فرماتے ہیں:

فان قلت قد اخبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن المغیبات وقد جاءت احادیث فی الصحیح وھو من اعظم معجزاتہ صلی اللہ علیہ وسلم الجمع بینہ وبین قولہ تعالٰی لو کنت

اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر قلت یحتمل ان یکون قالہ صلی اللہ علیہ وسلم علی سبیل التواضع والادب والمعنی لا اعلم الغیب الا ان یطلعنی اللہ۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سے غیبی امور کی خبر دی ہے اور بہت سی صحیح روایات کے ذریعہ پتہ چلتا ہے کہ غیب دانی حضور کا سب سے بڑا معجزہ ہے۔ تو پھر ان احادیث اور قرآن کی اس آیت کے درمیان مطابقت کی صورت کیا ہوگی جس میں حضور پاک کی زبانی کہلوایا گیا ہے کہ اگر میں غیب جانتا تو بہت سی بھلائیاں جمع کر لیتا۔ میں اس سوال کا جواب یہ دوں گا کہ یا تو حضور نے بر سبیل تواضع و ادب یہ بات ارشاد فرمائی ہے یا حضور کی مراد یہ ہے کہ بغیر اللہ کی عطا کے ذاتی طور پر مجھے غیب کا علم ہوتا تو میں بہت سی بھلائیاں جمع کر لیتا جبکہ حدیثوں میں جو واقعات بیان کیے گئے ہیں ان کا تعلق عطائی علم غیب سے ہے۔ اس لیے اب احادیث اور قرآن کی اس آیت کریمہ کے درمیان کوئی تعارض باقی نہیں رہا۔

(۵) حضرت امام مناوی شرح جامع صغیر میں ارشاد فرماتے ہیں۔

واما قولہ یعلمہ فمفسر بانہ لا یعلمہا احد بذاتہ من ذاتہ الا ھو۔

"اللہ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا" کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے سوا اپنی ذات سے بالذات کوئی بھی غیب نہیں جانتا (جبکہ نبی کے بارے میں ہم عطائی علم کا عقیدہ رکھتے ہیں)۔

مذکورہ بالا عبارتوں پر آپ غور فرمائیں تو آپ واضح طور پر محسوس فرمائیں گے کہ نفی اور ثبوت دونوں طرح کی آیتوں کے درمیان اب کسی طرح کا کوئی تعارض باقی نہیں

رہا۔ جن آیتوں میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں علم غیب کے ثبوت کا بیان ہے ان سے عطائی اور محدود علم غیب مراد ہے اور جن آیات میں یہ مضمون بیان کیا گیا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی غیب کی بات نہیں جانتا اس سے مراد ذاتی، لامحدود، ازلی اور ابدی علم غیب ہے۔ جو صرف اللہ کے ساتھ خاص ہے۔ اس طرح کا علم کسی بندے کے حق میں تسلیم کرنا صریح شرک اور کھلا ہوا کفر ہے۔

ایک اور اہم سوال

دونوں طرح کی آیتوں کا مفہوم واضح ہو جانے کے بعد اب ایک دوسرا سوال آپ سے ہم کر سکتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں علم غیب کے ثبوت والی آیتوں کے بعد آخر انکار والی آیتوں کی ضرورت کیوں پیش آئی۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے پہلے عرب میں کہانت کا بڑا زور تھا۔ کاہنوں اور رمالوں کے بارے میں اہل عرب کا عقیدہ تھا کہ وہ غیب کی باتیں جانتے ہیں۔

اسی باطل عقیدے کی تردید میں انکار والی آیتیں نازل ہوئیں۔ جن کے ذریعہ واضح طور پر اعلان کر دیا گیا کہ غیب کی بات سوا خدا کے کوئی نہیں جانتا لیکن یہ کتنا بڑا ستم ہے کہ ان ساری آیتوں کو جو کاہنوں، رمالوں اور نجومیوں کی غیب دانی کے باطل عقیدے کی تردید کے لیے نازل ہوئیں، منکرین علم غیب ان ساری آیتوں کو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر منطبق کرتے ہیں۔

کاہنوں کے متعلق تو یہ عقیدہ اس لیے غلط تھا اور ہے کہ خدا نے انہیں یہ علم عطا ہی نہیں کیا۔ لیکن اپنے رسول کو تو خدا نے یہ علم عطا کیا ہے جس کا بیان آپ متعدد آیتوں میں پڑھ چکے۔

اس مضمون کی ایک حدیث مرفوع بھی حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔ سرکار ارشاد فرماتے ہیں:

من اتی کاھنا فصدقہ فیما یقول فقد کفر بما انزل اللہ تعالیٰ علی محمد ۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

جو کاہن کے پاس آئے اور اس کی کہی ہوئی باتوں کو سچ سمجھے تو اس نے قرآن کے ساتھ کھلا کفر کیا ۔

علم غیب کے سلسلے میں یہ چند اصولی باتیں ذہن نشین کر لینے کے بعد اب احادیث کی روشنی میں عقیدۂ علم غیب کا جائزہ لیں ۔

احادیث سے علم غیب کا ثبوت

یوں تو احادیث وسیر کی کتابوں میں بیشمار حدیثیں بکھری ہوئی ہیں جن میں حضور نے غیبی امور سے متعلق کسی مخصوص واقعہ یا مخصوص بات کی خبر دی ہے ۔ لیکن ذیل کی حدیثوں سے نہایت صراحت کے ساتھ اس امر کا ثبوت ملتا ہے کہ ساری زمین کو حضور نے ملاحظہ فرمایا، دنیا اور دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے اور قیامت تک جو کچھ ہوتا رہے گا حضور اسے دیکھ رہے ہیں اور قیامت تک دیکھتے رہیں گے ۔ جو کچھ زمینوں اور آسمانوں میں ہے ۔ حضور نے سب کو جان لیا پہچان لیا ۔ کائنات کی ہر چیز حضور پر روشن ہوگئی خداوند قدوس کی طرف سے حضور کو ایسی غیبی قدرت ادراک عطا کی گئی ہے کہ حضور پیٹھ کے پیچھے کی چیزوں کو بھی ایسا ہی دیکھتے ہیں جیسے سامنے کی چیزوں کو ملاحظہ فرماتے ہیں ۔ حضور نے ابتدائے آفرینش سے لے کر دخول جنت ونار تک پیش آنے والے حالات وواقعات کی خبر دی ۔ وغیرہ وغیرہ ۔

پہلی حدیث :

عن ثوبان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ زوی لی الارض فرأیت مشارقھا ومغاربھا ۔ (رواہ مسلم)

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو سمیٹ کر میرے سامنے اس طرح پیش کیا کہ میں نے مشرق سے لے کر مغرب تک پوری روئے زمین کا مشاہدہ کر لیا ۔

اس حدیث کی شرح میں مشہور محدث حضرت ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری تحریر فرماتے ہیں :

ای جمعھا حتی اطلعت ما فیھا جمیعھا ۔ (شرح شفا)

یعنی خدا نے اُسے سمیٹ دیا یہاں تک کہ جو کچھ زمین میں ہے سب کا میں نے معائنہ کر لیا ۔

دوسری حدیث :

عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ رفع لی الدنیا فانا انظر الیھا والی ما ھو کائن فیھا الی یوم القیمۃ کانما انظر کفی ھذہ ۔ (رواہ الطبرانی)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کو اس طرح میرے پیش نظر کر دیا ہے کہ میں دنیا اور دنیا میں ہونے والے واقعات کو دیکھ رہا ہوں اور قیامت تک دیکھتا رہوں گا جیسے اپنی ہتھیلی کو دیکھتا ہوں ۔

تیسری حدیث :

عن عبد الرحمن بن عائش قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رأیت ربی عز وجل فی احسن صورۃ قال فیم یختصم الملأ الاعلی قلت انت اعلم قال فوضع کفہ بین کتفی فوجدت بردھا بین ثدیی فعلمت ما فی السموات والارض ۔
(مشکوٰۃ المصابیح)

حضرت عبدالرحمٰن ابن عائش رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں نے اپنے عزت وجلال والے رب کو نہایت حسین صورت میں دیکھا۔ میرے رب نے دریافت فرمایا، تمہیں معلوم ہے ملائکہ کس بات پر جھگڑ رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا تو ہی بہتر جانتا ہے۔

فرمایا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنا دستِ قدرت میرے دونوں شانوں کے بیچ میں رکھا جس کے فیض کی ٹھنڈک میں نے اپنی دونوں چھاتیوں کے درمیان محسوس فرمائی۔ اس کی برکت سے میں نے زمین وآسمان کی ساری چیزوں کا مشاہدہ کرلیا۔

حضرت شیخ محدث عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں ارشاد فرماتے ہیں کہ حضور کے اس فرمان کا مطلب یہ ہے کہ میں نے زمین وآسمان کے سارے علوم واحوال کا احاطہ کرلیا۔

یہی حدیث حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی منقول ہے اس میں فعلمت ما فی السمٰوٰت والارض کے بجائے فتجلّٰی لی کل شیءٍ وعرفت یعنی مجھ پر ہر چیز روشن ہوگئی اور میں نے ہر چیز کو جان لیا پہچان لیا۔

(مشکوٰۃ المصابیح)

چوتھی حدیث :-

عن ابی ھریرۃ قال جاء ذئب الی راعی غنم فاخذ منھا شاۃً فطلبہ الرّاعی حتی انتزعھا منہ قال فصعد الذئب علی تل فاقعٰی واستشفر وقال قد عمدت الی رزقٍ رزقنیہ اللہ اخذتہ ثم انتزعتہ منی فقال الرجل تاللہ ان رایت کالیوم ذئب

یتکلم فقال الذئب اعجب من ھذا رجل فی النخلات بین الحرتین یخبرکم بما مضٰی وما ھو کائن بعدکم قال فکان الرجل یھودیا فجاء الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاخبرہ واسلم فصدقہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ ایک بھیڑیا بکریوں کے چرواہے کے پاس آیا اور ریوڑ میں سے ایک بکری کو پکڑ لیا چرواہے نے اس بھیڑیئے کا پیچھا کرکے اس بکری کو چھڑا لیا۔

ابوہریرہ کہتے ہیں کہ وہ بھیڑیا ایک ٹیلے پر چڑھ کر بیٹھ گیا اور کہنے لگا کہ خدا نے مجھے رزق عطا کیا تھا تو نے مجھ سے چھین لیا۔ چرواہا اس کی بات سن کر حیرت زدہ رہ گیا اور کہنے لگا کہ خدا کی قسم میں نے آج کی طرح کبھی بھیڑیئے کو کلام کرتے نہیں دیکھا۔ بھیڑیئے نے جواب دیا اس سے زیادہ حیرت انگیز بات تو وہ ہے جو دو پہاڑوں کے درمیان کھجوروں کے جھرمٹ (مدینہ) میں رہتا ہے اور گزشتہ اور آئندہ کے واقعات واحوال کی خبر دیتا ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ وہ چرواہا ایک یہودی تھا۔ اس واقعہ سے وہ اتنا متاثر ہوا کہ جنگل ہی دوڑتا ہوا حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور سرکار سے یہ ماجرا بیان کرکے مشرف بہ اسلام ہوگیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خبر کی تصدیق فرمائی۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

پانچویں حدیث :

بخاری شریف میں ہے کہ ایک موقع پر مسجد نبوی شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

واللہ لا یخفٰی علیّ رکوعکم ولا سجودکم ولا خشوعکم وانی اراکم من خلفی کما اراکم من امامی۔

قسم خدا کی جب تم میری اقتدا میں نماز پڑھتے ہو تو نہ تمہارا رکوع

مجھ پر مخفی رہتا ہے نہ تمہارا سجدہ اور نہ تمہارے دل کا خشوع و خضوع، میں اپنے پیچھے سے نہیں ایسے ہی دیکھتا ہوں جیسے سامنے سے۔

چھٹی حدیث:

صاحب تفسیر روح البیان اور صاحب تفسیر حسینی نے یہ حدیث نقل فرمائی ہے:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ المعراج قطرت فی حلقی قطرۃ علمت ما کان وما سیکون۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شب معراج عرش اعظم کے نیچے میں کھڑا تھا کہ میرے حلق میں نور کا ایک قطرہ ٹپکا جس کی برکت سے گذشتہ اور آئندہ کے علوم مجھے حاصل ہو گئے۔

ساتویں حدیث

حضرت علامہ خازن اپنی تفسیر لباب التاویل میں حضرت سدی سے روایت کرتے ہیں:

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرضت علی امتی فی صورھا فی الطین کما عرضت علی آدم وعلمت من یومن بی ومن یکفر فبلغ ذلک المنافقین فقالوا استھزاء زعم محمد صلی اللہ علیہ وسلم انہ یعلم من یومن بہ ومن یکفر ممن لم یخلق ونحن معہ وما یعرفنا فبلغ ذلک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقام علی المنبر فحمد اللہ واثنی علیہ ثم قال ما بال اقوام طعنوا فی علمی لا تسئلونی من شیء فیما بینکم وبین الساعۃ الا انباتکم بہ فقام عبد اللہ ابن حذافۃ السھمی فقال من ابی یا رسول اللہ قال حذافۃ

فقال عمر فقال یا رسول اللہ رضیت باللہ ربا وبالاسلام دینا وبقرآن اماما وبک نبیا فاعف عنا فقال عفا اللہ عنکم۔

حضرت سدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آغاز تخلیق میں مجھ پر میری اُمت اپنی خاکی صورتوں میں پیش کی گئی جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام پر ان کی ذریت پیش کی گئی تھی۔ مجھے معلوم کرایا گیا کہ میری اُمت میں سے کون مجھ پر ایمان لائے گا اور کون انکار کرے گا۔

حضور کی یہ بات جب منافقین تک پہنچی تو انہوں نے حضور کی اس بات کا مذاق اُڑاتے ہوئے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا یہ دعویٰ ہے کہ جو لوگ ابھی پیدا نہیں ہوئے ان کے بارے میں وہ جانتے ہیں کہ ان میں سے کون ان پر ایمان لائے گا اور کون ان کا انکار کرے گا۔ حالانکہ ہم لوگ ان کے ساتھ رہتے ہیں اور وہ ہمارے حال سے بے خبر ہیں۔ جب سامنے کے لوگوں کو وہ نہیں جانتے تو جو لوگ ابھی پیدا نہیں ہوئے اُن کے احوال کی انہیں کیا خبر ہوگی؟

منافقین کی یہ اہانت آمیز گفتگو جب حضور تک پہنچی تو حضور جلال کی حالت میں منبر پر تشریف لے گئے اور خدا کی حمد و ثنا بیان کی اور لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ کیا حال ہوگا اس قوم کا جو میرے علم میں طعنہ زن ہے۔ اب سے لے کر قیامت تک جو چاہو مجھ سے دریافت کر لو میں تمہارے ہر سوال کا جواب دوں گا۔

یہ سنتے ہی حضرت عبد اللہ سہمی کھڑے ہو گئے (جن کے نسب کے

بارے میں لوگوں کو شبہ تھا، سوال کیا۔ یا رسول اللہ میرے باپ کا نام کیا تھا۔ حضور نے فرمایا تمہارے باپ کا نام خذافہ ہے۔

جلال کبریائی کا یہ رنگ دیکھا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہو گئے اور عرض کیا حضور ہم خدا کو اپنا رب، اسلام کو اپنا دین قرآن کو اپنا امام اور حضور کو سچے دل سے اپنا نبی مانتے ہیں۔ حضور کی شان میں ہم سے کوئی گستاخی سرزد نہیں ہوئی ہے پھر بھی حضور ہمیں معاف فرمائیں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تمہیں معاف کرے۔

(تفسیر بغوی و تفسیر بیضاوی)

اکابر اُمت اور اجلۂ صوفیائے کے اقوال سے علمِ غیب کا ثبوت

حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کے ثبوت میں نمونے کے طور پر چند حدیثیں آپ کے سامنے پیش کی گئی ہیں۔ دل اگر تنقیص رسول کے آزار میں مبتلا نہیں ہے تو اتنا بھی بہت ہے اب اُمت کے وہ اکابر اور اجلۂ صوفیا جن کے فہم ودیانت پر سارے عالم اسلام نے اعتماد کیا ہے اور جنھوں نے قرآن وحدیث کے مطالب و معانی کو ہم سے بہتر سمجھا ہے۔ علم غیب رسول کے ثبوت میں ان کی ایمان افروز شہادتیں پڑھیے۔

علمِ غیب کے ثبوت میں امام غزالی کی شہادت

علامہ زرقانی نے شرح مواہب لدنیہ میں سیدنا امام غزالی سے نقل کیا ہے کہ نبی کو چند ایسی خصوصیات بخشی جاتی ہیں۔ جن کے ذریعہ وہ غیر نبی سے ممتاز

ہوتا ہے۔ اُن خصوصیات کی تفصیل یہ ہے۔

انہ یعرف حقائق الامور المتعلقة باللہ تعالیٰ وصفاتہ و ملئکتہ والدار الاخرة علما مخالفا لعلم غیرہ۔

ان لہ فی نفسہ صفة بہا تتم الافعال الخارقة للعادة کما ان لنا صفة تتم بہا الحرکات المقرونة بارادتنا وھی القدرة ان لہ صفة بہا یبصر الملائکة ویشاھدھم کما ان للبصیر صفة بہا یفارق الاعمی ان لہ صفة بہا یدرک ما یکون فی الغیب۔

پہلی خصوصیت: نبی کی یہ ہوتی ہے کہ وہ ان ساری حقیقتوں کو جن کا تعلق اللہ کی ذات وصفات اور فرشتوں اور عالم آخرت سے ہے اس قوت وتحقیق کیساتھ جانتا پہچانتا ہے کہ اس درجہ کا علم وعرفان غیر نبی میں سے کسی بھی فرد کو حاصل نہیں ہے۔

دوسری خصوصیت: نبی کی یہ ہوتی ہے کہ اس کی ذات میں ایک ایسی باطنی قوت ودیعت کی جاتی ہے۔ جس کے ذریعے وہ عالم اسباب میں تصرف کرتا ہے اور معجزات کا اظہار فرماتا ہے۔ یہ قوت اس کے حق میں بالکل اسی طرح کی اختیاری ہوتی ہے جیسی ہمیں چلنے پھرنے کی قدرت حاصل ہے کہ نقل وحرکت کے لیے صرف ہمارا ارادہ کافی ہے۔

تیسری خصوصیت: نبی کی یہ ہوتی ہے کہ اس کی قوت بصارت کو ایک ایسا باطنی نور عطا ہوتا ہے جس کے ذریعے وہ فرشتوں اور عالمِ آخرت کی چیزوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے جیسے آنکھ والا اپنی قوت بصارت کے ذریعے اندھوں سے ممتاز ہوتا ہے اسی طرح نبی باطنی قوت بصارت کے ذریعے غیر نبی سے ممتاز ہوتا ہے۔

چوتھی خصوصیت: نبی کی یہ ہوتی ہے کہ اسے ایک ایسی غیبی قوتِ ادراک دی جاتی ہے جس کے ذریعے وہ پردۂ غیب میں ہونے والی باتوں کو دریافت

کرتا ہے۔

قطب الاقطاب سیدی شیخ عبد العزیز دباغ کی ایمان افروز شہادت

تصوف کی مشہور کتاب ابریز شریف کے مصنف اپنے شیخ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ سے نقل فرماتے ہیں؛

واقوی الارواح فی ذلک روحه صلی اللہ علیه وسلم فانها لم یحجب عنها شیء من العالم فهی مطلعة علی عرشه وعلوه وسفله ودنیاه وآخرته وناره وجنته لان جمیع ذلک خلق لاجله صلی اللہ علیه وسلم فتمییزه علیه السلام خارق لهذه العوالم باسرها فعنده تمییز فی اجرام السموات من این خلقت ومتی خلقت والی این تصیر فی جرم کل سماء وعنده تمییز فی ملائکة کل سماء من این خلقوا ومتی خلقوا ولم خلقوا والی این یصیرون ویمیز اختلاف مراتبهم ومنتهی درجاتهم وعنده علیه السلام تمییز فی الحجب السبعین وملائکة کل حجاب علی الصفة السابقة۔

وعنده علیه السلام تمییز الاجرام النیرة التی فی العالم العلوی مثل النجوم والشمس والقمر واللوح والقلم والبرزخ والارواح التی فیه علی الوصف السابق۔

وکذا عنده علیه السلام تمییز فی الجنان ودرجاتها وعدد سکانها ومقاماتهم فیها وکذا ما بقی من العوالم۔

قوت کشف ومشاہدہ کے اعتبار سے ارواح کائنات میں سب سے قوی اور لطیف روح سید کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ اسی لیے حضور کی روح مقدس پر عالم کی کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔ عرش وفرش، بلندی وپستی، دنیا وآخرت، دوزخ وجنت سب کچھ حضور کے پیش نظر ہے۔ کیونکہ یہ ساری چیزیں حضور ہی کے لیے پیدا کی گئی ہیں اور ظاہر ہے کہ جو چیز جس کے لیے بنائی جاتی ہے اس سے مخفی نہیں رکھی جاتی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اجرام سماوی کے حقائق نہایت واضح طور پر معلوم ہیں۔ یہاں تک معلوم ہے کہ آسمان کے طبقات کہاں سے پیدا کیے گئے کب پیدا کیے گئے اور ان کا انجام کیا ہوگا۔ اور حضور کو یہ معلوم ہے کہ کس آسمان میں کون کون سے فرشتے ہیں وہ کب پیدا کیے گئے اور کہاں پیدا کیے گئے اور کیوں پیدا کیے گئے اور وہ کس کس جگہ جائیں گے اور آپ ان کے مراتب کے اختلاف کو بھی جانتے ہیں اور ان کے درجات کی انتہا کو بھی جانتے ہیں۔ حضور ان ستر پردوں سے بھی باخبر ہیں۔ اور ان فرشتوں کو بھی جانتے ہیں جو ان پردوں کے اندر رہتے ہیں۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عالم علوی کے چمکنے والے چاند، سورج، ستارے لوح، قلم، عالم برزخ اور عالم ارواح کے تمام حالات کا تفصیلی طور پر علم ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جنتوں کے طبقات، اہل جنت کی تعداد اور ان کے مقامات سے بھی بخوبی واقفیت ہے۔

حضرت امام قسطلانی شارح مواہب لدنیہ کی شہادت

حضرت علامہ قسطلانی حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی غیبی قوت ادراک پر روشنی ڈالتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

لافرق بین موته وحیاته فی مشاهدته لامته ومعرفته

باحوالهم ونياتهم وعزائمهم وخواطرهم وذلك عنده جلي لا خفاء به۔

اپنی اُمّت کے مشاہدہ اور ان کے احوال ونیات اور ان کے ارادوں اور ان کے دلوں کے خطرات سے واقفیت وآگہی کے سلسلے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اور زندگی کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ جیسے اپنی حیاتِ ظاہری میں وہ اپنی اُمّت کے احوال سے باخبر تھے وصال کے بعد بھی باخبر ہیں۔ اور اُمّت کی یہ ساری کیفیات ان پر مہر نیمروز کی طرح روشن ہیں کوئی پردہ نہیں ہے۔

امام التفسیر حضرت شیخ احمد صادی کی ایمان افروز عبارت

امام احمد صاوی اپنی کتاب تفسیر صاوی میں مسئلہ علم غیب پر علمائے اُمّت کا فیصلہ نقل کرتے ہیں:

والذی یجب الایمان به ان رسول الله صلی الله علیه وسلم لم ینتقل من الدنیا حتی اعلمه الله بجمیع المغیبات التی تحصل فی الدنیا والآخرة فهو یعلمها کما هی عین یقین ولکن امر بکتمان البعض۔ (تفسیر صاوی ج ۲ ص ۱۱۱)

علم غیب رسول کا وہ عقیدہ جس پر ہر مسلمان کو ایمان لانا ضروری ہے یہ ہے کہ دنیا سے حضور اس حال میں تشریف لے گئے کہ خدا نے انہیں دنیا وآخرت کے جملہ غیوب سے باخبر کر دیا تھا۔ حضور ان سارے غیوب کو یقین کی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ لیکن ان میں سے بعض چیزوں کو مخفی رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

۵ مسئلہ علم غیب میں حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی کا عقیدہ

مدارج النبوت شریف میں حضرت شیخ ارشاد فرماتے ہیں:

ہر چہ در دنیا است از زمان آدم تا نفخۂ اولیٰ بروئے صلی اللہ علیہ وسلم منکشف ساختند۔ تا ہمہ احوال او را از اول تا آخر معلوم گردید۔ و یاران خود را نیز بر بعض ازاں احوال خبر داد۔ (مدارج)

حضرت آدم علیہ السلام کے زمانۂ پاک سے لے کر صور پھونکنے تک دنیا میں جو کچھ ہے سب حضور پر منکشف کر دیا گیا۔ یہاں تک کہ حضور پاک کو شروع سے آخر تک دنیا کے سارے احوال معلوم ہو گئے اور ان میں سے کچھ باتوں کی خبر اپنے صحابہ کو بھی دی۔

مسئلہ علم غیب میں حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ

حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی تفسیر عزیزی میں تحریر فرماتے ہیں:

ہر نبی را بر اعمال امتیان خود مطلع می سازند کہ فلاں امروز چنیں کند و فلاں چناں تا روز قیامت ادائے شہادت تواں کرد۔

ہر نبی کو اپنی اپنی اُمّت کے اعمال پر خدا مطلع فرماتا ہے کہ فلاں آج ایسا کرتا ہے اور فلاں ویسا، تاکہ وہ قیامت کے دن اپنی اپنی اُمّت

کے اعمال پر گواہی دے سکیں۔

شارح حدیث حضرت ملّا علی قاری علیہ رحمت الباری کی روح پرور شہادت

حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث صلوا علیّ فان صلوتکم تبلغنی حیث کنتم "تم مجھ پر درود بھیجو کہ تم جہاں سے بھی بھیجو گے تمہارا درود مجھ تک پہنچے گا" کی شرح میں حضرت ملّا قاری تحریر فرماتے ہیں:

وذٰلک ان النفوس الزکیۃ اذا تجردت عن العلائق البدنیۃ عرجت واتصلت بالملاء الاعلیٰ ولم یبق لھا حجاب فتری الکل کالمشاھد بنفسھا۔

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ لطیف اور طیّب روحیں جب جسدِ عنصری کی قید سے آزاد ہوتی ہیں تو آسمان کی طرف پرواز کرتی ہیں۔ یہاں تک کہ ملاءِ اعلیٰ میں اپنا مستقر بنا لیتی ہیں۔ اُس وقت ان کی بصارت پر کوئی حجاب باقی نہیں رہتا۔ وہ ہر چیز کا بذاتِ خود مشاہدہ کرتی ہیں۔

امام وقت حضرت علامہ قیصری کا ایمان افروز عقیدہ

حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی غیبی قوتِ ادراک کی وضاحت کرتے ہوئے اپنی گراں قدر تصنیف فصل الخطاب میں حضرت علامہ قیصری تحریر فرماتے ہیں:

ولا یعزب عن علمہ مثقال ذرۃ فی الارض ولا فی السماء من حیث مرتبتہ وان کان یقول انتم اعلم

بامور دنیاکم من حیث بشریتہ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ذرہ برابر بھی زمین و آسمان کی کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔ یہ ان کی نبوّت عالیہ کا منصب ہے اگرچہ اُنہوں نے بتقاضائے بشریت اپنے صحابہ سے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اپنی دنیا کا حال تم خود بہتر جانتے ہو۔

رسول پاک کے حاضر و ناظر ہونے کے سلسلے میں حضرت ابن دینار تابعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حقیقت افروز عقیدہ

صاحب شرح شفائے حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی غیب دانی اور ان کے حاضر و ناظر ہونے کے سلسلے میں حضرت ابن دینار رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو مکہ مکرمہ کے کبار تابعین میں سے ہیں۔ ان کا قول نقل کیا ہے۔ وہ ارشاد فرماتے ہیں:

ان لم یکن فی البیت احد فقل السلام علی النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ لان روحہ علیہ السلام حاضر فی بیوت اھل الاسلام۔

اگر گھر میں کوئی موجود نہ ہو تو حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرو کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مقدس ہر مسلمان کے گھر میں جلوہ فرما ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا ارشاد گرامی

خانوادۂ دہلی کے مشہور بزرگ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اپنی تفسیر عزیزی میں پارہ سیقول کی اس آیت وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا۔

کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں۔ اس آیتِ کریمہ کا ترجمہ ہے۔ "اور قیامت کے دن" رسول تم پر گواہ ہوں گے۔

وباشد رسول شما بر شما گواہ زیرا کہ او مطلع است بنور
نبوت بر رتبہ ہر متدین بدین خود کہ در کدام درجہ
از دین من رسیدہ است و حقیقت ایمان او چیست
و حجابے کہ بداں از ترقی محجوب ماندہ است کدام است
پس اومی شناسد گناہاں شمارا و درجات ایمان شمارا
و اعمال نیک و بد شمارا و اخلاص و نفاق شمارا۔

تمہارے رسول تم پر گواہ ہوں گے اور ان کی گواہی اس لیے قبول ہوگی کہ وہ اپنی نبوت کے نور سے ہر دیندار مسلمان کے رتبے سے واقف ہیں کہ دین میں اس کا کیا مقام ہے؟ اور اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے اور وہ کون سا حجاب ہے جس کے سبب سے اس کی ترقی رکی ہوئی ہے۔

حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے گناہوں سے بھی واقف ہیں اور تمہارے ایمان کے درجوں کو بھی جانتے ہیں اور اچھے برے کاموں سے بھی باخبر ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ بھی جانتے ہیں کہ جو شخص تم میں سے اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے تو آیا وہ دل سے مسلمان ہے یا فقط ظاہر میں مسلمان اور دل میں نفاق بھرا ہوا ہے۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کے ثبوت میں اکابر اُمت اور اجلۂ صوفیاء کی روشن عبارتوں کا سلسلہ یہاں پہنچ کر ختم ہو گیا۔ ماننے والوں کے لیے اتنے حوالے بھی بہت کافی ہیں۔ اور جو لوگ نفاق کے مرض

میں مبتلا ہیں اور اُن کے دلوں پر مہر لگ گئی ہے اُنہیں کوئی دلیل بھی مطمئن نہیں کر سکتی۔

مسئلہ علم غیب پر اپنے مضمون کا اختتام کرتے ہوئے میں خدائے قدیر کی بارگاہ میں دعا کرتا ہوں کہ اپنے نبی کے فضائل و کمالات کے اعتراف کے لیے قارئین کرام کے دلوں کے دروازے کھول دے۔

اخیر میں انتہائی قلق کے ساتھ شکوہ کرتا ہوں کہ دیوبندی علماء نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اپنے عوام کو اتنا گستاخ اور جری بنا دیا ہے کہ وہ لوگ حضور پاک کے علم پر زبانِ طعن دراز کرتے ہوئے ذرا شرم محسوس نہیں کرتے کہ وہ اُمتی ہو کر اپنے ہی نبی کے خلاف زبان کھول رہے ہیں۔

دنیا کی تاریخ میں شاید ہی کوئی ایسی نامراد قوم ہوگی جس نے اپنے مذہبی پیشوا کی شان گھٹا کر اپنے جذبے کی تسکین فراہم کی ہو۔ خدا ایسے شقی القلب لوگوں کے شر سے اُمت کے پاک طینت افراد کو محفوظ رکھے۔
